چوتھا باب

قرآنی علوم پر شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف کا تنقیدی مطالعہ

قرآنی علوم پر شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے گرانقدر خدمات انجام دی ہیں انھوں نے قرآن کے مطالب و معانی کی تفہیم و تشریح کے لیے ترجمہ قرآن سے لے کر متعلقات قرآن تک متعدد بیش قیمت تصانیف چھوڑی ہیں، اس قبیل کی جن کتابوں کا عام طور پر تذکرہ ملتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) فتح الرحمان

(۲) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

(۳) فتح الخبیر بما لا بد حفظہ فی علم التفسیر

(۴) تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء

(۵) زہراوین (ترجمہ سورہ بقرہ و آل عمران)

(۶) المقدمۃ فی قوانین الترجمۃ

ان کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے ذہن میں قرآن کی اشاعت کا بہت ہی واضح نقشہ موجود تھا اور اسی کی بنا پر وہ ملت اسلامیہ کی تعمیر کرنا چاہتے تھے شاہ صاحب کی یہ تصانیف آج بھی اسی قدر و قیمت کی حامل ہیں، جس طرح وہ مصنف کے عہد میں تھیں، مگر الفوز الکبیر کے علاوہ دیگر کتابیں عرصہ سے نایاب ہیں، فتح الرحمان کے ترجمہ اور حواشی پر الگ سے گفتگو کی جائے گی اس لیے بقیہ کتابوں کا ذیل میں تحلیلی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

الفوز الکبیر فی اصول التفسیر

قرآنی موضوعات پر شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تصانیف میں سب سے زیادہ معروف اور مقبول کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ہے، یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی تھی عرصہ دراز سے فارسی ایڈیشن کی طباعت بند ہے کیونکہ فارسی ہندوستان میں نہ دفتری زبان رہی اور نہ عوامی[۱] البتہ اس کے اردو عربی اور انگریزی تراجم بکثرت دستیاب ہیں[۲]

(حاشیہ اگلے صفحے پر)

یہ کتاب ہند و پاک کے درس نظامی کے مدارس میں شامل نصاب ہے اور بالعموم جلالین کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے، مختصر ہونے کے باوجود بہت جامع اور مفید ہے تفسیر کے اصولوں کو اختصار کے ساتھ متعارف کرانے کے لیے اس سے بہتر اور مختصر کتاب نہیں ملتی" اس کتاب میں علامہ بدر الدین زرکشی م ۷۹۴ھ کی کتاب البرہان اور علامہ سیوطی م ۹۱۳ھ کی کتاب الاتقان کا بھی گویا عطر نچوڑا گیا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے بقول۔

"اصول تفسیر پر عام طور پر کوئی چیز نہیں ملتی، صرف چند اصول و قواعد تفاسیر کے مقدمہ میں یا اپنا طرز تصنیف بیان کرنے کے لیے بعض مصنفین چند سطروں میں لکھ دیتے ہیں۔ شاہ صاحب کی کتاب الفوز الکبیر بھی اگرچہ مختصر ہے لیکن پوری کتاب سراسر نکات و کلیات ہے اور ایک جلیل القدر عالم کی جس کو فہم قرآن کے مشکلات کا علمی تجربہ ہے ایک قیمتی اور نادر بیاض ہے" [1]

شاہ صاحب نے قرآنی علوم و مطالب کے یہ نکات قرآن کا مطالعہ کرنے والوں کو طول طویل تفسیروں سے بچانے کے لیے رقم کیا ہے چنانچہ مقصد تالیف بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں۔

"جب اس فقیر پر کتاب اللہ کے سمجھنے کا دروازہ کھولا گیا تو میں نے چاہا کہ بعض مفید نکات جو کتاب اللہ کو سمجھنے میں دوستوں کو کارآمد ہو سکتے ہیں ایک مختصر رسالہ میں منضبط کر دوں، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ان قواعد کو سمجھ لینے کے بعد طالبوں پر کتاب اللہ کو سمجھنے میں ایک وسیع شاہ راہ کھل جائے گی کہ اگر وہ ایک عمر کتب تفسیر کا مطالعہ کرنے یا مفسروں سے پڑھنے میں (جن کی تعداد اس زمانہ میں بہت کم ہو گئی ہے) صرف کریں تو اس قدر ضبط کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتا" [2] شاہ صاحب نے اس کتاب کو حسب ذیل ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

---

[1] حاشیہ ملاحظہ، اسوقت جو نسخہ دستیاب ہے وہ مطبع محمدی دہلی کا ہے جو ۱۹۴۷ء سے پہلے بند ہو گیا سنہ طباعت درج نہ ہونے کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا کہ آخری ایڈیشن کب چھپا، [3] اردو ترجمہ مولانا رشید احمد انصاری نے کیا تھا جو مکتبہ ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہوا، عربی ترجمہ سب سے پہلے جامع ازہر کے ممتاز فاضل محمد منیر الدین دمشقی نے کیا جو مکتبہ عزیزیہ دیوبند سے شائع ہوا، اس میں حروف مقطعات کی بحث کا ترجمہ مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ نے کیا اور اس کی شرح عربی زبان میں مولانا سعید احمد پالن پوری نے العون الکبیر کے نام سے لکھی جس کی طباعت دیوبند سے ہوئی۔ دوسرا ترجمہ مولانا سلمان الندوی نے کیا جو لکھنؤ سے شائع ہوا اردو ترجمہ کی طرح انھوں نے بھی حروف مقطعات کی بحث کا ترجمہ نہیں کیا انگریزی ترجمہ غلام نبی جلباتی نے کیا جو ہجرہ پبلیکیشنز اسلام آباد سے شائع ہوا۔

[1] تاریخ دعوت و عزیمت ۵/۱۵۰۰۵۱ [2] الفوز الکبیر ص ۲-۳

پہلا باب : ان علوم پنجگانہ کا بیان جن کی طرف قرآن کریم خاص طور پر رہنمائی کرتا ہے اور گویا قرآن کا مقصد نزول دراصل یہی علوم ہیں۔
دوسرا باب : اہل زمانہ کے ذہنوں کی مناسبت سے نظم قرآن کی پوشیدگی کے وجوہ اور وضاحت کے ساتھ ان وجوہ کا علاج۔
تیسرا باب : نظم قرآن کے لطائف کا بیان اور بقدر طاقت و امکان اس کے اسلوب بدیع کی تشریح۔
چوتھا باب : فنون تفسیر کا بیان اور صحابہ و تابعین کی تفسیر میں جو اختلاف واقع ہوا ہے اس کو حل کرنے کا بیان۔
پانچواں باب : غرائب قرآن کی شرح اور ان کے اسباب نزول کا بیان ایک مفسر کے لیے جس مقدار کا یاد رکھنا ضروری ہے۔

پانچویں باب کو مصنف نے الگ سے بجائے فارسی کے عربی میں لکھا ہے اور اسے ایک مستقل رسالہ قرار دیا ہے جس کا نام فتح الخبیر بما لا بد حفظہ فی علم التفسیر رکھا ہے [۱]۔

پہلا باب جن علوم پنجگانہ کے بیان میں ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) علم احکام۔ یعنی واجب، مستحب، حلال و حرام اور مکروہ وغیرہ کا بیان
(۲) علم مناظرہ۔ یعنی یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین جیسے گمراہ فرقوں سے مباحثہ
(۳) علم تذکیر بالاء اللہ۔ یعنی آسمان و زمین میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں کو یاد دلا کر نصیحت کرنا۔
(۴) علم تذکیر بایام اللہ۔ یعنی انعام و اکرام اور تعذیب و توبیخ کے وہ اہم واقعات جو اللہ کی طرف سے مجرموں اور فرمانبرداروں کے سلسلے میں رونما ہوئے۔
(۵) علم تذکیر بالموت۔ یعنی موت اور اس کے بعد کے واقعات مثلاً حشر اور نشر، حساب اور میزان، جنت اور جہنم وغیرہ کے بیان کے ذریعہ نصیحت کرنا [۲]

ان پانچوں علوم پر شاہ صاحب نے تفصیل سے گفتگو کی ہے، علم مناظرہ میں جن چار گمراہ فرقوں (مشرکین، منافقین، یہود اور نصاریٰ) کا تذکرہ کیا ہے ان کی مثال خود اپنے معاصر معاشرہ میں تلاش کی ہے مثلاً یہود کا نمونہ انھوں نے اس امت کے ان علماء سوء کو قرار دیا ہے جو دنیا کے طالب اور اپنے اسلاف کی تقلید کے خوگر اور کتاب و سنت سے روگردانی کرنے والے ہیں، جو عالموں کے تعمق اور تشدد یا ان کے بے اصل

---

[۱] یہ رسالہ الگ سے بھی شائع ہوا ہے اور الفوز الکبیر کے ساتھ بھی طبع ہوا ہے۔
[۲] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص۳

استنباط کو سند بنا کر معصوم شارعؑ کے کلام سے بے پروا ہو گئے ہیں۔ اور موضوع احادیث اور فاسد تاویلات کو اپنا رہنما بنا رکھا ہے [1]

نصاریٰ کا نمونہ اس امت میں اولیاء اللہ اور مشائخ کی اولاد کو قرار دیا ہے جو اپنے آباء و اجداد کے سلسلہ میں مبالغہ آمیز خیالات رکھتے ہیں اور ان کو مقام نبوت بلکہ الوہیت تک لے جاتے ہیں۔

منافقین کا نمونہ اپنے دور کے امراء کی مجالس کے ان مصاحبین کو قرار دیا ہے جو امیروں کی مرضی کو شارع کی مرضی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور مشرکین کا نمونہ دار الاسلام کے نواح میں رہنے والے ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو اولیاء کے متعلق مشرکانہ خیالات رکھتے ہیں، قبروں اور آستانوں پر پھرتے ہیں اور طرح طرح کے شرک میں مبتلا ہیں۔

دوسرے باب میں شاہ صاحب نے بتایا ہے کہ قرآن آسان عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس وقت جو لوگ قرآن کو پڑھتے تھے اور سنتے تھے وہ اسے آسانی سے سمجھ لیتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متشابہات پر غور کرنے سے منع فرما دیا تھا اس لیے صحابہ نے ان آیات کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں محسوس کی، مگر جب غیر عرب نے اسلام قبول کیا تو ان کو حسب ذیل قسم کی دشواریاں پیش آئیں، (۱) بعض آیات کا مجمل ہونا (۲) بعض آیات کا منسوخ اور بعض کا ناسخ ہونا (۳) سبب نزول سے ناواقفیت (۴) نحوی اور لسانی مشکلات۔ چنانچہ شاہ صاحب نے انہی مسائل سے اس باب میں بحث کی ہے۔ تیسرے باب میں اسالیب قرآن، تکرار مضامین اور سورتوں کی حیثیت وغیرہ پر گفتگو کی گئی ہے۔ چوتھے باب میں قرآن کی مروجہ تفسیروں کا جائزہ لیا ہے اور ان رجحانات پر نقد کیا ہے جو بعض تفسیروں کی تالیف کے وقت موجود رہے ہیں۔

شان نزول کے سلسلہ میں عام طور پر مفسرین نے ہر آیت کو کسی نہ کسی واقعہ سے جوڑ دیا ہے اور اس قصہ کو آیت کا سبب نزول قرار دیا ہے۔ لیکن شاہ صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ "نزول قرآن کا بنیادی مقصد انسانی نفوس کی تہذیب اور ان کے باطل عقائد اور فاسد اعمال کی تردید ہے۔ اس لیے آیات مباحثہ کے نزول کا بنیادی سبب مکلفین میں باطل عقائد کا وجود ہے اور آیات احکام کے نزول کا سبب ان میں فاسد اعمال اور مظالم کا پھیلنا ہے اور آیات تذکیر کے نزول کا سبب ان کا آلاء اللہ، ایام اللہ اور موت اور اس کے بعد کے واقعات کا تذکرہ کیے بغیر بیدار نہ ہونا ہے۔" [2]

شاہ صاحب کہتے ہیں کہ خاص خاص واقعات جن کو بیان کرنے کی زحمت گوارا کی گئی ہے ان کا اسباب

---

[1] الفوز الکبیر ص۱۰ [2] ایضاً ص۲۴

نزول میں بعض آیات کے سوا چنداں دخل نہیں ہے[۱] ان کا خیال یہ بھی ہے کہ راوی بعض حالات میں اپنے فہم سے کسی آیت کو کسی واقعہ سے متعلق سمجھتا ہے تو حکم لگا دیتا ہے کہ آیت اسی واقعہ کے متعلق اتری ہے۔ بعض اوقات صحابہؓ نبی کریمؐ سے کوئی سوال کرتے ہیں اور نبی کریم اس کے جواب میں قرآن کی کوئی آیت پیش کرتے ہیں تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ صحابہ باہمی مناظرات میں آیات قرآنی سے استدلال و استنباط کرتے ہیں تو سمجھ لیا جاتا ہے آیت اس ضمن میں نازل ہوئی ہے۔

قرآن میں ناسخ اور منسوخ آیتوں کا مسئلہ بھی بڑا اہم ہے متقدمین میں اس موضوع پر بہت بحثیں ہوئی ہیں مگر ابھی تک یہ واضح نہ ہو سکا کہ کتنی آیتیں منسوخ ہیں اور نہ یہ طے ہو سکا کہ کون کون سی منسوخ ہیں بعض حضرات پانچسو آیات کی تنسیخ کے قائل تھے، بعض اس سے کم کے یہاں تک کہ جلال الدین سیوطی نے بیس آیات کو منسوخ قرار دیا[۲] شاہ صاحب نے سب سے پہلے "نسخ" کا مفہوم متعین کیا ہے اور پھر ان آیات پر گفتگو کی ہے جن کو منسوخ قرار دیا گیا تھا، شاہ صاحب کی تحقیق کے مطابق صرف پانچ آیات کو منسوخ قرار دیا جا سکتا ہے اور بقیہ میں تاویل و تطبیق کی گنجائش ہے[۳] مولانا عبید اللہ سندھیؒ کہتے ہیں کہ "جس شخص نے ان پندرہ آیتوں کی تطبیق غور سے پڑھی ہے وہ باقی پانچ آیتوں میں بھی بڑی آسانی سے تطبیق دے سکتا ہے اور اس سے وہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ "شاہ صاحب کا اصل مقصود تو یہی ہے کہ قرآن مجید میں کوئی آیت سرے سے منسوخ نہیں ہے مگر وہ اس بات کو مصلحت کی وجہ سے صراحتاً نہیں کہتے کیونکہ اس طرح صراحتاً کہنے سے ان کی بات معتزلہ کے قول کے مشابہ ہو جاتی اور عام اہل علم اس پر غور کرنا ہی چھوڑ دیتے۔"[۴]

جن پانچ آیات کو شاہ صاحب نے الفوز الکبیر میں منسوخ تسلیم کیا ہے انہی کو فتح الرحمان میں بھی منسوخ مانا ہے لیکن سورۃ الاحزاب کی آیت لا یحل لک النساء من بعد (احزاب ۵۲) کو منسوخ اور اسی سورۃ کی آیت انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن (احزاب ۵۰) کو ناسخ قرار دیا ہے جب کہ فتح الرحمان میں اس کے برعکس انا احللنا لک ازواجک کو منسوخ اور لا یحل لک النساء کو ناسخ تسلیم کیا ہے، (فتح الرحمان سورۃ الاحزاب ۵۲) چونکہ الفوز الکبیر فتح الرحمان کے بعد کی تصنیف ہے اس لیے یہی سمجھا جائے گا کہ الفوز الکبیر کا بیان زیادہ درست ہے جہاں تک یہ سوال ہے کہ لا یحل لک النساء بعد کی آیت ہے اور انا احللنا پہلے کی اس لیے ما قبل کی آیت ما بعد کے لیے ناسخ کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب خود ہی شاہ صاحب نے دیا ہے کہ "میں کہتا ہوں کہ ممکن

---

۱ الفوز الکبیر ص۵۳
۲ الفوز الکبیر ص۲۷
۳ الاتقان دوم ص۳۰
۴ شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص۷۵

ہے ناسخ باعتبار تلاوت منسوخ سے مقدم ہو اور میرے نزدیک یہی بات زیادہ ظاہر ہے۔[۱]

شاہ صاحب نے قرآن کی زبان اور نحوی و صرفی قاعدوں پر عمدہ بحث کی ہے شاہ صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ قرآن کو اس کے نزول کے وقت کے اہل عرب کی زبان کے مطابق سمجھنا چاہیے اور صحابہ و تابعین کے آثار پر کلی اعتماد کرنا چاہیے۔ شاہ صاحب اس بات سے اتفاق نہیں کرتے کہ علماء نحو میں سے کسی ایک کے مسلک کو اختیار کر لیا جائے اور اس کے مطابق قرآن کو سمجھا جائے اور اگر اس مذہب کے مخالف کوئی چیز آئے تو قرآن کی تاویل کرنے کا تکلف کیا جائے، بلکہ سیاق و سباق سے جو بات زیادہ مضبوط ہو اس کی پیروی کی جائے خواہ وہ سیبویہ کا مذہب ہو یا فرا کا۔ یہ ظاہر ہے کہ قرآن فرا، سیبویہ اور اخفش کے نحوی و صرفی ضابطوں کا پابند نہیں ہے، شاہ صاحب کہتے ہیں کہ مشہور محاورہ بھی محاورہ ہی ہوتا ہے، عرب اول بکثرت اپنے خطبات میں ایسے محاورات استعمال کرتے تھے جو مشہور قواعد کے خلاف ہوتے تھے اور چونکہ کلام اللہ عرب اول کی زبان میں نازل ہوا اس لیے اگر کسی جگہ واو کی جگہ یا اور تثنیہ کی جگہ مفرد اور مذکر کی جگہ مونث آجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔"[۲]

محکم و متشابہ کا مسئلہ بھی ایک دشوار مسئلہ ہے، ناسخ و منسوخ کی طرح یہ بحث بھی کسی حتمی نتیجہ تک منتہی نہیں ہوئی اور نہ یہ طے ہوا کہ کن کن آیات کو متشابہات قرار دیا جائے۔ متشابہات کے غیر معین ہونے اور ان میں بحث کو ناممکن سمجھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بقول مولانا عبید اللہ سندھی ایک تو قرآن سارے کا سارا قابل فہم نہ رہا دوسرے متشابہات میں غور نہ کرنا عقیدہ بن گیا[۳] شاہ صاحب کے نزدیک متشابہ وہ کلام ہے جس میں دو معنی کا احتمال ہو[۴] اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ متشابہات کا علم ممکن ہے اور راسخین فی العلم اس کے اہل ہیں جیسا کہ متقدمین کے ایک گروہ کا خیال ہے[۵]

اسی طرح حروف مقطعات بھی مفسرین کے درمیان غور و خوض کے اہم مباحث میں سے رہے ہیں شاہ صاحب نے اسے علوم وہبیہ میں شمار کیا ہے اور ان حروف کی اپنے خاص علمی ذوق کے مطابق تشریح کی ہے شاہ صاحب کے نزدیک یہ حروف سورتوں کے نام ہیں اور وہ اجمالاً ان مباحث پر دلالت کرتے ہیں جو تفصیلی طور پر سورتوں میں آئے ہیں[۶] گویا شاہ صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح کتاب کا نام کتاب کے مباحث

---

۱ الفوز الکبیر ص ۶۵
۲ ایضاً
۳ ایضاً
۴ شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۵۸
۵ الفوز الکبیر ص ۴۵
۶ دیکھیے الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل تفسیر سورۃ آل عمران آیت ۷
۷ الفوز الکبیر ص ۷

کی طرف اشارہ کرتا ہے اسی طرح حروف مقطعات سورتوں کے مفاہیم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ الفوزالکبیر کے چوتھے باب کی یہ آخری بحث ہے جو بعض پہلوؤں سے اہم اور ضروری ہے اور اس اہمیت کے پیش نظر ہی شاہ صاحب نے قدرے تفصیل سے الخیر الکثیر میں گفتگو کی ہے مگر افسوس کہ ہے کہ الفوزالکبیر کے اردو مترجم نے اس بحث کو ہی چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات اس سے استفادہ سے محروم ہو گئے ہیں۔

فتح الخبیر بمالابد حفظہ فی علم التفسیر

شاہ صاحب نے یہ رسالہ عربی زبان میں قرآن کریم کے غریب الفاظ کی تشریح اور شان نزول کی معرفت کے لیے لکھا تھا، یہ رسالہ ۱۳۱۴ھ میں نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوا ہے اور بڑی تقطیع کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اس رسالہ کو الفوزالکبیر کا تکملہ یا ضمیمہ سمجھنا چاہیے کیونکہ الفوزالکبیر میں شاہ صاحب نے غرائب قرآنی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے پانچویں باب میں غرائب قرآنی کی تمام معتبر شرح کو شان نزول کے ساتھ بیان کروں اور اس باب کو ایک مستقل رسالہ قرار دوں جو چاہے اس کو اس رسالہ میں شامل کرے اور جو چاہے اس کو جدا گانہ یاد کرے ع وللناس فیما یعشقون مذاھب۔ [1] اس رسالہ کو ایک مستقل کتاب کی حیثیت اس لحاظ سے دی جاسکتی ہے کہ یہ رسالہ عربی زبان میں ہے جب کہ الفوزالکبیر فارسی زبان میں لکھی گئی ہے نیز الفوزالکبیر میں علوم قرآنی پر اصولی نوعیت کی بحث کی گئی ہے اور فتح الخبیر میں قرآن کی تمام سورتوں کے بارے میں ضروری اور مختصر اشارے ہیں جو مشکل الفاظ کی مختصر تشریح، ضروری مقامات کی توضیح اور کچھ آیات کی شان نزول کی وضاحت پر مبنی ہے، اس کتابچہ کی تالیف کے وقت بھی شاہ صاحب کے پیش نظر علامہ سیوطی کی الاتقان رہی ہے شاہ صاحب نے رسالہ کا مقصد تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"فیقول العبد الضعیف ولی اللہ بن عبدالرحیم عاملھما اللہ تعالیٰ بفضلہ العظیم، ھذہ جملۃ عن شرح غریب القرآن من آثار خیر ھذہ الامۃ عبداللہ بن عباس رضی من طریق ابن ابی طلحۃ عنہ وکملتھا بطریق الضحاک عنہ کما فعل ذالک شیخ مشائخنا الجلیل جلال الدین السیوطی فی کتاب الاتقان اعلی اللہ درجتہ فی الجنان ورایت بعض الغرائب بقی غیر مفسر فی تلک الطریقتین فکملتھا بطریق مسائل نافع بن الازرق عنہ وبما ذکرہ البخاری فی صحیحہ، فانہ

---

[1] الفوزالکبیر ص ۳۶

کی طرف اشارہ کرتا ہے اسی طرح حروف مقطعات سورتوں کے مفاہیم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ الفوز الکبیر کے چوتھے باب کی یہ آخری بحث ہے جو بعض پہلوؤں سے اہم اور ضروری ہے اور اس اہمیت کے پیش نظر ہی شاہ صاحب نے قدرے تفصیل سے الخیر الکثیر میں گفتگو کی ہے مگر افسوس کہ الفوز الکبیر کے اردو مترجم نے اس بحث کو ہی چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے اردو خواں حضرات اس سے استفادہ سے محروم ہو گئے ہیں۔

فتح الخبیر بما لابد حفظہ فی علم التفسیر

شاہ صاحب نے یہ رسالہ عربی زبان میں قرآن کریم کے غریب الفاظ کی تشریح اور شان نزول کی معرفت کے لیے لکھا تھا، یہ رسالہ ۱۳۱۴ھ میں نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوا ہے اور بڑی تقطیع کے ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اس رسالہ کو الفوز الکبیر کا تکملہ یا ضمیمہ سمجھنا چاہیے کیونکہ الفوز الکبیر میں شاہ صاحب نے غرائب قرآنی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے پانچویں باب میں غرائب قرآنی کی تمام معتبر شرح کو شان نزول کے ساتھ بیان کروں اور اس باب کو ایک مستقل رسالہ قرار دوں جو چاہے اس کو اس رسالہ میں شامل کرے اور جو چاہے اس کو جدا گانہ یاد کرے ع وللناس فیما یعشقون مذاہب۔"[1] اس رسالہ کو ایک مستقل کتاب کی حیثیت اس لحاظ سے دی جا سکتی ہے کہ یہ رسالہ عربی زبان میں ہے جب کہ الفوز الکبیر فارسی زبان میں لکھی گئی ہے نیز الفوز الکبیر میں علوم قرآنی پر اصولی نوعیت کی بحث کی گئی ہے اور فتح الخبیر میں قرآن کی تمام سورتوں کے بارے میں ضروری اور مختصر اشارے ہیں جو مشکل الفاظ کی مختصر تشریح، ضروری مقامات کی توضیح اور کچھ آیات کی شان نزول کی وضاحت پر مبنی ہے، اس کتابچہ کی تالیف کے وقت بھی شاہ صاحب کے پیش نظر علامہ سیوطی کی الاتقان رہی ہے شاہ صاحب نے رسالہ کا مقصد تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"فیقول العبد الضعیف ولی اللہ بن عبد الرحیم عاملہما اللہ تعالیٰ بفضلہ العظیم، ہذہ جملۃ عن شرح غریب القرآن من آثار خبر ہذہ الامۃ عبد اللہ بن عباسؓ من طریق ابن ابی طلحۃ عنہ وکملتہا بطریق الضحاک عنہ کما فعل ذالک شیخ مشائخنا الجلیل جلال الدین السیوطی فی کتاب الاتقان اعلی اللہ درجتہ فی الجنان ورایت بعض الغرائب بقی غیر مفسر فی تلک الطریقتین فکملتہا بطریق مسائل نافع بن الازرق عنہ وبما ذکرہ البخاری فی صحیحہ، فانہ

[1] الفوز الکبیر ص ۳۶

اصح مایروی فی ھذا الباب ثم لغیر ذالک بما ذکرہ الثقات من اھل النقل وقلیل ماھو وجمعت مع ذالک مایحتاج الیہ المفسرین اسباب النزول منتخباله من اصح تفاسیر المحدثین الکرام اعنی تفسیر البخاری والترمذی والحاکم اعلی اللہ منازلھم فی دار السلام[1]

یہ عبد ضعیف ولی اللہ بن عبدالرحیم "اللہ ان دونوں پر اپنا فضل عظیم فرمائے کہتا ہے کہ یہ غریب القرآن کی مجملاً شرح ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباس سے ابن ابی طلحہ کے واسطے سے مروی ہے اور میں نے اس کی تکمیل ضحاک کے واسطے سے کی ہے جس طرح جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب الاتقان میں کی ہے، اللہ جنت میں ان کا درجہ بلند کرے۔ میں نے دیکھا کہ مذکورہ دونوں طریقوں کے استعمال کے بعد بھی بعض غرائب قرآنی محتاج تفسیر ہیں تو میں نے ان کو نافع بن الازرق کے مسائل کے واسطے سے مکمل کیا اور اس طریقہ سے مکمل کیا جس کی امام بخاری نے اپنی الجامع الصحیح میں روایت کی ہے کیونکہ وہ اس باب کی مرویات میں زیادہ صحیح ہے اس کے علاوہ تھوڑی مقدار ان چند مرویات کی بھی ہے جن کی اہل نقل کے ثقات نے روایت کی ہے اس کے ساتھ میں نے محدثین کرام کی صحیح تر تفاسیر مثلاً بخاری، ترمذی اور حاکم کی تفاسیر[2] سے اسباب نزول کا انتخاب بھی جمع کر دیا ہے جس کی مفسرین کو ضرورت پڑتی ہے[3]

اس کتاب کو شان نزول اور غریب الفاظ کی وضاحت پر مشتمل اختصاریہ یا اشاریہ کہنا زیادہ مناسب ہے کمیت اور کیفیت دونوں لحاظ سے یہ کتاب تشنہ محسوس ہوتی ہے، اس لیے مناسب یہی ہے کہ اسے الفوز الکبیر کا تتمہ سمجھا جائے اس لیے اس کی اشاعت بھی الفوز الکبیر کے ساتھ ہی ہونی چاہیے[4]

تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء

انبیاء کرام سے متعلق قرآن کریم میں وارد واقعات، معجزات اور قصص کی تاویل و تشریح اور تعبیر و توجیہ سے متعلق شاہ صاحب کی ایک اہم کتاب "تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء" ملتی ہے، شاہ صاحب نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر میں اس کتاب کا تذکرہ ان لفظوں میں کیا ہے "تفسیر کے وہی علوم ہیں جس کی طرف میں نے اشارہ کیا۔ انبیاء علیہم السلام کے قصص کی تاویل بھی ہے۔ اور فقیر نے اس کی تشریح کے لیے ایک رسالہ

---

[1] فتح الخبیر بما لابد حفظہ فی علم التفسیر ص۲ [2] بخاری، ترمذی اور مستدرک للحاکم کی مرویات مراد ہیں

[3] فتح الخبیر بما لابد حفظہ فی علم التفسیر، ۱۰ ساہو، ... ہمیں ڈاکٹر زبید احمد نے ایک تفسیر کی حیثیت سے اس کا تعارف کرایا ہے دیکھیے The Contribution of Indo-Pakistan to Arabic literature Lahore, 1968. P. 22

بنام "تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء" تالیف کیا ہے۔ تاویل سے مراد یہ ہے کہ نبیؑ اور اس کی قوم کی استعداد اور خدائے تعالیٰ کی ایسے موقع پر اختیار کردہ تدبیر کی مناسبت کے لحاظ سے جو واقعہ رونما ہوتا ہے اس کا ایک مبدا ہوتا ہے اور گویا اسی کی طرف "ویعلمك من تاویل الاحادیث (یوسف ۶)" میں اشارہ کیا گیا ہے۔[1]

یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اور ہر صفحہ پر عربی عبارت کے سامنے اردو ترجمہ بھی درج ہے یہ رسالہ متوسط تقطیع کے اٹھاسی ۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور مطبع احمدی دہلی سے شائع ہوا ہے۔ مترجم کا نام اگرچہ مذکور نہیں تاہم کتاب کے آخر میں ناشر کے وضاحتی نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مترجم سید ظہیر الدینؒ ہیں جو کتاب کے طابع و ناشر بھی ہیں۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ غلام نبی جلبانی نے کیا ہے جو ہند و پاک ہر دو جگہ دستیاب ہے۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب قرآنی واقعات و معجزات کی تاویل و توجیہ کے لیے لکھی گئی ہے اور جن انبیاء کے واقعات و معجزات کی تاویل کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

نوحؑ و شیثؑ، ہودؑ و صالحؑ، ابراہیمؑ، لوطؑ، یوسفؑ، ایوبؑ، شعیبؑ، موسیٰؑ و ہارونؑ شموئیلؑ و داؤدؑ اور نبی آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

شاہ صاحب نے حسب قاعدہ حمد و صلوٰۃ کے بعد ایک مقدمہ کتاب اور کتاب کے موضوع کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے۔ اس میں انھوں نے انبیاء کے معجزات اور خارق عادت واقعات کی جو تاویل کی ہے اس کی حکمت و معنویت بیان کی ہے اور اس کے قواعد و ضوابط کی تفہیم کی ہے، تمام انبیائی واقعات کو خواہ وہ جنت سے آدمؑ کا نکالا جانا ہو، یا ابراہیمؑ کا نار نمرود میں ڈالا جانا یا کہ موسیٰؑ کی عصا کا معاملہ ہو، شاہ صاحب خواب سے تعبیر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں

"اعلم ان الاحوال الطارئة علی نفوس الکمل والواقعات المنتظمة فی المثال تکمیله لهم حکمها حکم المنام وکذالك الحوادث الواقعة کلها منامات۔"[2]

جان لو کہ نفوس کاملہ (انبیاء) پر جو احوال طاری ہوتے ہیں اور ان کی تکمیل کے لیے عالم مثال میں جو واقعات منتظم ہوتے ہیں اس کا حکم خواب کا ہوتا ہے اور اسی طرح رونما ہونے والے واقعات سب کے سب خواب ہوتے ہیں۔

شاہ صاحب نے انبیائی واقعات کو خواب سے تعبیر کرنے کے بعد ان کے کچھ اصول و ضوابط بھی بتائے ہیں

---

[1] الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص۲۹۔

[2] تاویل الاحادیث ص۵

الطاف میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں الہامات اور تقریبات کے ذریعہ تدبیر کرنا چاہتا ہے اس کے نتیجہ میں رحمت خداوندی نظام خیر کی طرف متوجہ ہوتی ہے اس کی مثال میں وہ ہبوط آدم کو پیش کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے آدم کو پیدا کیا اور حقیقت مثالیہ نے آدم کا احاطہ کر لیا جس کی جنت سے تعبیر کی جاتی ہے تو اس کے ساتھ اہل جنت جیسا معاملہ کیا گیا اور ان کے خلیفۂ ارضی ہونے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب تقریبات خداوندی کا ظہور ہوا تاکہ روح نفس کی صفائی اور تطہیر کے لیے آدم کو متنبہ کرے بایں طور کہ آدم کا درخت کھانا حرام ہے کیونکہ اس سے وہ جنت سے نکالے جائیں گے۔ چنانچہ یہ تنبیہ آدم پر وحی ہونے کی حیثیت سے منعقد ہو گئی اور شیطان اپنی شر پسند حقیقت کے ساتھ آدم کے دل میں درخت کو کھانے کی خواہش کا وسوسہ ڈالنے کے لیے مستعد تھا چنانچہ آدم نے اسے کھا لیا نتیجہ میں ان کو سزا دی گئی اور وہ جنت سے نکالے گئے۔ تحقیق در ہبوط آدم کی یہ فلسفیانہ تعبیر تشریح کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں۔

معنى الكل منام ورؤيا تعبيره ان الله اراد به ان يصير خليفة في الارض ويبلغ الى كماله النوعي واما نهيه عن الشجرة ثم القاء وسواس الشيطان ثم معاتبته واخراجه فكله صورة التقريب بحسب خروجه عن عالم المثال الى الناسوت تدريجاً۔ ؂

یہ سب خواب اور رؤیا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ آدم خلیفۃ الارض بن جائے اور اپنے کمال نوعی کو پہنچ جائے۔ جہاں تک درخت سے روکنے اور شیطان کے وسوسہ ڈالنے پھر آدم کے مواخذہ اور جنت سے ان کے اخراج کا تعلق ہے تو یہ سب عالم مثال سے عالم ناسوت کی طرف تدریجاً نکلنے کے لحاظ سے تقریب کی صورت ہے۔

شاہ صاحب معجزات اور خرق عادات کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ ان میں اسباب و علل بالکل ختم نہیں کیے جاتے بلکہ اسباب کا پردہ کسی نہ کسی درجہ میں موجود رہتا ہے اور انبیائی معجزات عادت انسانی ہی کے ضمن میں رونما ہوتے ہیں۔ یہ اور بات ہے یہ عادت کمزور ہوتی ہے۔ اس کی مثال وہ اس طرح دیتے ہیں کہ ایک حکیم کسی مریض کو دیکھتا ہے تو اس کی عادت خاص ہو تو وہ توجہ نہیں دیتا وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ مر جائے گا لیکن تقاضائے الٰہی ظاہر ہوتی ہے اور مریض

؂ ابداع، خلق اور تدبیر یہ تینوں بنیادی اصطلاحات ہیں جن کے ذریعہ شاہ صاحب نے عالم کون اور عالم مثال کے تصور کی تشریح کی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں ان تینوں اصطلاحات کی تفصیل بیان کی ہے ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ ص۸

؂ تاویل الاحادیث صـ۰۹

اسی مرض میں مر جاتا ہے تو کو مریض کی موت اللہ کے حکم سے ہوئی مگر اس کی موت کا سبب اس کا مرض ہے اگرچہ طبیب کی نظر میں بظاہر یہ مرض ایسا نہیں ہے کہ اس سے موت واقع ہو جائے۔ چنانچہ شاہ صاحب کہتے ہیں۔

"اعلموا ان اللہ اذا اظہر خارق عادۃ لتدبیر فانہ انما یظہر فی ضمن عادۃ ولو ضعیفۃ فما من خوارق اسباب ضعیفۃ کانہا وجدت مشابہۃ لتعلق قضاء اللہ تعالیٰ بعنایتہ بالاسباب الارضیۃ لئلا یخترق العادۃ من کل وجہ وفی القرآن وا لسنۃ اشارات تدل علیہا وفی القصۃ ایماء وفحوی مما یعرفہا العارف بل کل لبیب منصف۔" [1]

اللہ تعالیٰ جب تدبیر کے لیے خارق عادت شئی کا اظہار کرتا ہے تو اسے عادت ہی کے ضمن میں کرتا ہے اگرچہ یہ عادت کمزور ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ خوارق ضعیف اسباب ہوتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ اور عنایت کے نفاذ کے لیے زمینی اسباب کے ساتھ مشابہت کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں تاکہ پورے طریقہ پر خرق عادت نہ ہو اور قرآن و سنت میں ایسے اشارات ہیں جو اس کی رہنمائی کرتے ہیں اور قصہ کے اندر بھی ایسے اشارے اور مضمرات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ عارف بلکہ ہر عقل مند انصاف پسند اسے پہچان لیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار نمرود ٹھنڈی اور سلامتی ہو گئی اس کی توجیہ کرتے ہوئے شاہ صاحب لکھتے ہیں

"وہ آگ میں ڈالے گئے جب کہ وہ ایسے بندے تھے جن سے اللہ راضی تھا تو اللہ نے ان کو مخلوق کے شر سے بچانے کا ارادہ کیا چنانچہ آگ کے مادہ پر ہوا کے ذریعہ اچانک ایک ٹھنڈی ہیئت ڈال دی یہ ہوا الہتہ زمہریر سے آگ پر آئی جو شدید ٹھنڈک لیے ہوئی تھی۔ اس نے آگ کی خاصیت کو بدل دیا چنانچہ ان کے تصادم سے پاکیزہ ہوا حاصل ہوئی۔" [2]

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد سرکشی اور بد اعمالی کے نتیجہ میں ہلاک کی گئی۔ شاہ صاحب اس کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں کہ

"قوم عاد کا مسکن ریت اور ٹیلوں کا علاقہ تھا اور ان کے دیار کی ہوا خشکی اور گرمی مائل تھی تو ان کے حق میں مناسب عذاب آندھی اور طوفان تھا۔ چنانچہ ایک زمانہ تک ان سے بارش روک لی گئی اور ان کے چوپائے ہلاک ہو گئے۔" [3]

حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی تعذیب کی توجیہ کرتے ہوئے کہتے ہیں

"کان مسکن ثمود الجبال والمغازات کان اقرب التعذیبات فلعقہم الزلزال

---

[1] تاویل الاحادیث ص ۔۔ [2] تاویل الاحادیث ص ۔۔ [3] ۔۔۔ [illegible]

والصیحۃ [1] چونکہ قوم ثمود کا مسکن پہاڑ اور جنگل کا علاقہ تھا اس لیے ان کے حق میں مناسب عذاب زلزلہ اور چیخ تھا۔

قوم فرعون کی ہلاکت اور قوم موسیٰ کی نجات کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں

"اللہ نے موسیٰ کو دریا کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اور موسیٰ کا فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ تعاقب کیا جب یہ لوگ دریا تک پہونچے تو اللہ نے دریا پر ایک طاقت ور ہوا مسلط کر دی جس نے دریا کو دو نیم کر دیا اور اس کے بعض حصہ کو خشک کر دیا اور بعض میں اسی طرح تصرف کیا جس طرح یہ ہوا ابر اور زمین میں تصرف کرتی ہے جس وقت کہ وہ چلائی جاتی ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے نجات پائی اور فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ہلاک ہو گیا [2]

توریت میں بھی دریا کے دو نیم ہونے میں ہوا کے موثر ہونے کا ذکر کیا گیا ہے [3] اور شاہ صاحب بھی اس کے قائل ہیں بعد میں مولانا حمید الدین فراہی نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا ہے [4] مگر قرآن میں جہاں بھی اس واقعہ کا اجمالاً یا تفصیلاً ذکر ہے مثلاً سورہ طٰہٰ ۷۷، ۷۸، الشعراء ۶۰ - ۶۶، الدخان ۲۳، ۲۴ وغیرہ۔

وہاں صرف عصائے موسیٰ کو انفلاق بحر میں موثر بتایا گیا ہے اور ہوا کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں کسی پہلو سے اگر غور کیا جائے تو شاہ صاحب کی توجیہ قرآن کے بیانات اور شہادات سے کچھ زیادہ ہم آہنگ نہیں معلوم ہوتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"ولیس یجب انشقاقہ البتۃ انشقاق العین القمر بل یمکن ان یکون عنی الف بمنزلۃ الدخان وانقضاض الکوکب والکسوف والخسوف فما یظہر فی الجو لاعین الناس فیستعمل بازاء معانی اللغۃ العربیۃ الفاظ وضعت لا یقع علی نفس ھذہ الاشیاء [5]

یعنی چاند کا شق ہو جانا ضروری نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ دھواں ستارہ کے ٹوٹنے چاند اور سورج گہن ہونے کے درجہ کی چیز ہو جو لوگوں کی نگاہوں میں فضا کے اندر ظاہر ہوتی ہے اور اس کے مقابلہ میں عربی زبان میں ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں جو ان اشیاء کی ذات پر واقع نہیں ہوتے [6]

پوری کتاب اسی طرح کے واقعات اور ان کی عقلی توجیہ و تاویل سے بحث کرتی ہے۔ ان توجیہات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن واقعات و معجزات کو قرآن آیات اللہ سے تعبیر کرتا ہے وہ آیات (نشانی) اس

---

[1] ایضاً ص۱۷

[2] تاویل الاحادیث ص۳۹

[3] عہد نامہ عتیق، کتاب الخروج، باب ۱۴ ص۲۱

[4] مجموعہ تفاسیر فراہی ص۱۴۹

[5] تاویل الاحادیث ص۵۲

[6] تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء ص۵۲

مستحق ہیں نہ تردید ہیں کہ انھوں نے واقعات کا اسبابی اور مادی پہلو ختم کر دیا اور اللہ کے فیصلہ کا بغیر اسباب و علل کے اظہار کیا ہے بلکہ وہ حقائق اس پہلو سے ہیں کہ ان کے ذریعہ اللہ نے اپنے پیغام کی ترسیل کی، اپنے انبیاء کی مدد کی اور منکرین پر اتمام حجت کی اور ان کو انجام تک پہونچایا۔ شاہ صاحب کی بعض تاویلیں عمدہ ہیں اور بعض ایسی بھی ہیں جن کی تائید قرآن و سنت سے نہیں ہوتی مثلاً انفلاق بحر کا مذکورہ واقعہ۔ شاہ صاحب کی یہ تاویلیں قرآن فہمی کے لیے کس حد تک معاون ہو سکتی ہیں اور معجزات کی منطقی تعبیر و تاویل سے کہاں تک ہم آہنگ ہیں یہ ایک قابل غور بات ہے۔ اس کتاب کے مقبول عام نہ ہونے کی ایک وجہ اس کا یہ پہلو بھی ہے۔

بعض خوش خیال قسم کے دانشوروں نے تاویل الاحادیث کو اس غلط نظر سے دیکھنے کی کوشش کی ہے جیسے یہ تاریخ نبوت کی کتاب ہو اور اپنے فن میں عدیم المثال شاہکار ہو۔ مثال کے طور پر ایک دانشور لکھتے ہیں "حضرت امام ولی اللہ دہلوی نے جو فلسفہ مرتب کیا اس کے مطابق تاریخ عالم پر بھی نظر ڈالی اور ائمہ فکر Leaders of thinking یعنی انبیاء کرام کی تاریخ اس طرح لکھی کہ وہ سب ایک سلسلہ کی کڑیاں معلوم ہوتے ہیں اور ان کی ترتیب میں ایک فطری ارتقا نظر آتا ہے۔ یہ بے نظیر بحث ان کی تصنیف تاویل الاحادیث میں ہے جو اصل میں تو فارسی میں ہے مگر جس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔" ۱؎

حالانکہ نہ یہ درست ہے کہ تاویل الاحادیث انبیاء کی تاریخ اور ترتیب کے لیے لکھی گئی اور نہ اس میں اس طرح کی کوئی بحث ملتی ہے یہاں تک کہ یہ بھی غلط ہے کہ وہ فارسی زبان میں لکھی گئی۔

زہراوین

قرآنی موضوعات پر شاہ صاحب کی تصانیف میں زہراوین (سورۃ البقرۃ و آل عمران) کی تفسیر کا تذکرہ ملتا ہے مگر اس کتاب کا صرف تذکرہ ہی ملتا ہے اس کے مطبوعہ یا مخطوطہ کسی ایک نسخہ کا اب تک سراغ نہیں مل سکا ہے۔ ہمارے علم کی حد تک ہند و پاک کی کسی بھی قابل ذکر لائبریری میں اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت کسی ذاتی ذخیرۂ کتب سے یہ برآمد ہو جائے مگر اس کا بھی امکان کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شاہ صاحب اور خانوادۂ ولی اللہی کے تلامذہ اور متوسلین کی جو تحریریں، کتب یا رسائل دسترس میں ہیں ان میں سے کسی کتاب یا رسالہ میں زہراوین کا کوئی حوالہ یا اقتباس درج نہیں ہے۔ پھر یہ بات بھی عجیب ہے کہ شاہ صاحب کے عہد سے کر اب تک کسی بھی شخص نے اس کے دیکھنے اور اس سے استفادہ کرنے کا تذکرہ نہیں کیا مگر

۱؎ بشیر احمد، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ عمرانیات و معاشیات ص ۲۱ لاہور ۱۹۴۳ء

اس کے باوجود شاہ صاحب کی تصانیف کی فہرست میں اس کا نام شامل کیا جاتا ہے۔[1]

کسی معتبر اور حتمی ذریعہ معلومات کے میسر نہ ہونے کی بنا پر یہ خیال قوی معلوم ہوتا ہے کہ زہراوین سورۃ بقرۃ اور آل عمران کے اس ترجمہ اور تفسیر کا نام ہو جو حضرت شاہ صاحب نے سفر حج یعنی ۱۱۴۳ھ سے پہلے تحریر فرمایا تھا اور اس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اس لیے اس ترجمہ کو مستقل تصنیف قرار دے کر زہراوین کے نام سے موسوم کر دیا اور بعد میں جب فتح الرحمان کی تکمیل ہوئی تو زہراوین کو اس میں تحلیل کر دیا گیا گویا بعد میں ترجمہ قرآن کا کام زہراوین کے بعد سے شروع ہوا اور اس طرح فتح الرحمان کی تکمیل ہوئی۔[2] اس خیال کو تقویت اس بات سے پہنچتی ہے کہ شاہ صاحب نے فتح الرحمان کے دیباچہ میں یہ صراحت کی ہے کہ اس عرصہ میں زہراوین کا ترجمہ ہو گیا اس کے بعد سفر حرمین کا اتفاق ہو گیا اور وہ سلسلہ ختم ہو گیا، کئی سال بعد ایک عزیز ترجمہ قرآن پڑھنے لگے اور یہ کام اس گذشتہ عزم کا محرک بن گیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ سبق کے بقدر ترجمہ لکھ لیا جائے۔[3]

دیگر مصنفین کی طرح شاہ صاحب کے یہاں بھی کئی تصانیف کے ایک دوسرے میں انضمام و اتصال کی متعدد مثالیں موجود ہیں مثلاً شاہ صاحب نے ایک اہم تصنیف "مذہب فاروق اعظمؓ" کی تصنیف و ترتیب اور اس کے مختلف مراحل کا اپنے مکتوبات میں مختلف مواقع پر ذکر کیا ہے مگر اس وقت اس نام کی کوئی کتاب شاہ صاحب کی فہرست کتب میں موجود نہیں ہے اور شاہ صاحب کے تذکرہ نگار اس کا ذکر بھی نہیں کرتے حالانکہ یہ کتاب موجود ہے اور زہراوین کی طرح ایک اور کتاب میں مدغم ہو گئی ہے ہوا یہ کہ جب شاہ صاحب نے "ازالۃ الخفاء" تصنیف فرمائی تو مذہب فاروق اعظمؓ کو بتمام و کمال اس میں شامل کر دیا "ازالۃ الخفاء" میں شامل اس کتاب کے تمہیدی الفاظ اور اختتام دیکھیے صاف معلوم ہوتا ہے یہ ایک مستقل تصنیف ہے، وہی الفاظ اور جملے جو شاہ صاحب عموماً اپنی کتابوں کے شروع اور آخر میں لکھتے ہیں اس میں بھی لکھا ہے مثلاً آغاز اس طرح کرتے ہیں حمد و صلوٰۃ کے بعد "فیقول العبد الضعیف الراجی رحمۃ اللہ الکریم ولی اللہ بن عبد الرحیم تغمدہ اللہ تعالیٰ برحمتہ هذا ما وفقنی اللہ عزوجل من تدوین مذهب الخلیفة الاواب الناطق بالصدق والصواب امیر المومنین عمر بن الخطاب الخ"[4]

---

[1] حدائق الحنفیہ ص ۴۴۹، ہمارا حج ، التفسیر ص ۸۸، نزہۃ الخواطر ششم ص ۴۰۷، شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ، یادگاری مقالات ص ۱۰، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات ص ۲۱۹، تاریخ دعوت و عزیمت پنجم ص ۲۲۸، حیات ولی ص ۳۸۹ وغیرہ

[2] ڈاکٹر مظہر بقا کا بھی یہی خیال ہے دیکھیے اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ ص ۸۸ [3] مقدمہ فتح الرحمان (فارسی)

[4] ملاحظہ ہو ازالۃ الخفاء جلد دوم ص ۸۵ تا ص ۱۴۲ مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۶ھ

اگر یہ بحث ازالۃ الخفا کا تفصیلی حصہ ہوتی تو ان کلمات کی کوئی ضرورت اور افادیت نہ تھی، ٹھیک یہی معاملہ زہراوین کے ساتھ بھی ہوا۔ اب اس کا ایک تصنیف کی حیثیت سے نام تو باقی ہے مگر اس کا متن فتح الرحمن میں ضم ہو چکا ہے، اس خیال کی تائید مزید اس سے ہوتی ہے کہ جناب محمد ایوب قادری نے اپنے دقیع مضمون شاہ ولی اللہ دہلوی سے منسوب تصانیف میں فتح الرحمن، الفوز الکبیر، فتح الخبیر، مقدمہ در فن ترجمہ قرآن، تاویل الاحادیث کا تذکرہ کیا ہے، مگر زہراوین کا تذکرہ نہیں کیا ہے [1]

المقدمۃ فی قوانین الترجمۃ

یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے اور چھ صفحات پر مشتمل ہے، اس رسالہ کی تصنیف فتح الرحمن کی تسوید کے وقت عمل میں آئی جیسا کہ خود شاہ صاحب لکھتے ہیں "این رسالہ ایست در قواعد ترجمہ مسماۃ بالمقدمہ فی قوانین الترجمہ کہ در وقت تسوید قرآن قلم بضبط آں جاری شدہ [2] یعنی یہ رسالہ ترجمہ (قرآن) کے قاعدوں کے بیان میں ہے اس کا نام المقدمہ فی قوانین الترجمہ ہے اسے فتح الرحمان کی تسوید کے وقت ضبط قلم کیا گیا۔

فتح الرحمان کے مسودہ کی تکمیل کی تاریخ شاہ صاحب نے شعبان ۱۱۵۱ھ بتائی ہے [3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ ۱۱۵۰ھ سے ۱۱۵۱ھ کے درمیان لکھا گیا ہے، اس رسالہ کے متعدد قلمی نسخے دستیاب ہیں ایک مخطوطہ بڑی تقطیع کے چھ صفحات پر مشتمل ہے، جو جلی حروف میں ہے مگر اس پر کاتب کا نام اور سنہ کتابت درج نہیں ہے جب کہ دوسرا مخطوطہ بھی اسی سے چھوٹی تقطیع کے چھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی کتابت سید ابراہیم نصیرآبادی نے ۱۴ محرم الحرام ۱۲۳۳ھ میں کی تھی [4] اس رسالہ میں شاہ صاحب نے ترجمہ کے فن، نوعیت، قواعد اور مشکلات پر گفتگو کی ہے، اس ضمن میں انھوں نے حسب ذیل چار قسم کے تراجم کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) لغوی ترجمہ، جسے وہ ترجمہ تحت اللفظ کا نام دیتے ہیں

(۲) اصطلاحی ترجمہ، جسے وہ بیان حاصل المعنی سے موسوم کرتے ہیں

(۳) وہ ترجمہ جو مذکورہ دونوں کے درمیان ہے

(۴) وہ ترجمہ جو شاہ صاحب نے فتح الرحمان میں اختیار کیا ہے

---

[1] ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ اکیڈمی کا ماہنامہ مجلہ الرحیم، جون ۱۹۶۵ء حیدرآباد، پاکستان

[2] المقدمہ فی قوانین الترجمہ، مخطوطہ [3] مقدمہ فتح الرحمان، [4] یہ دونوں مخطوطات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

پہلی قسم کے ترجمے کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ بعض لوگ ہر لفظ کے نیچے اس کا ترجمہ لکھتے ہیں اور ایک لفظ کے بعد دوسرے لفظ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس کا ترجمہ کرتے ہیں اور اس طرح پورا سلسلۂ کلام مکمل ہو جاتا ہے اسے ترجمۂ تحت اللفظ کہتے ہیں[1]

دوسری قسم کے ترجمے کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"بہت سے حضرات پورے کلام پر غور کرتے ہیں اور مجاز و کنایہ میں تقدیم و تاخیر کو پہچانتے ہیں اور اس کے معنی کو اپنے ذہن میں محفوظ کرتے ہیں۔ پھر فارسی یا جس زبان میں چاہتے ہیں اس حاصل معنی کو ادا کرتے ہیں اور اس کو بیان حاصل المعنی کہتے ہیں"[2]

شاہ صاحب پھر ان دونوں قسم کے ترجموں میں حائل دشواریوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ پہلی قسم کے ترجمے کی دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "پہلے طریقے میں خلل یہ ہے کہ اس صورت میں عموماً نظم ترجمہ بگڑ جاتا ہے اور ایسی ترکیب پیدا ہوتی ہے کہ دوسری زبان میں اس کا ترجمہ درست نہ ہوگا۔ اس میں رکاکت، پیچیدگی اور کم الفاظ کا استعمال ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس کا سبب زبانوں کا اختلاف ہے۔ بعض اجزائے کلام کی کشش پر تقدیم جملوں کی ساخت، کنایوں کے استعمال اور صلات کے اطلاق اور بعض زبانوں میں لازم سے ملزوم کی طرف استعمال کی دشواری ہوتی ہے۔ استعارہ کا لفظی ترجمہ درست نہیں ہوتا بلکہ بعض زبانوں میں مطلق صحیح نہیں ہوتا مثلاً عربی میں کہتے ہیں "فلان عظیم الرماد" اور اس سے سخاوت مراد لیتے ہیں اگر اس کا ترجمہ کیا جائے تو یہ ہوگا "فلاں بڑی راکھ والا" ہے اور اس ترجمے سے کسی کا ذہن سخاوت کی طرف نہ جائے گا"[3]

دوسری قسم کے ترجمے کی کمزوری کا اور اس کے اسباب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دوسرے طریقے میں جو خلل ہے اس کی دو وجوہ ہیں کبھی مترجم اپنے معنی کو اختیار کر لیتا ہے جو متکلم کی مراد نہیں ہوتا شاہ صاحب کے بقول کتب سابقہ میں عموماً تحریف اسی بنا پر راہ پا گئی تھی۔ اسی ضمن میں شاہ صاحب عوامی زبان کی اہمیت اور افادیت پر زور دیتے ہیں اور قرآن کو عربی زبان میں نازل کرنے کی منشا بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں "کہ ہر چند کہ اس سے مقصود غور و فکر اور نصیحت حاصل کرنا ہے نہ کہ الفاظ کی خصوصیات مقصود ہیں تاہم قرآن کریم کے ترجمے کا اہم مقصد یہ بھی ہے کہ پڑھنے والے کو نظم قرآن کی معرفت میں تجربہ حاصل ہو اور اس کی عبارت میں غور و خوض کا ملکہ پیدا ہو جب کہ یہ چیز بیان حاصل المعنی میں مفقود ہے۔

تیسرے ترجمے کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ ایک گروہ نے پہلے دونوں قسم کے ترجمے کی دشواریوں کو ملاحظہ کیا اور اس

---

[1] المقدمہ فی قوانین الترجمہ [2] ایضاً [3] المقدمہ فی قوانین الترجمہ

قرآن کا ترجمہ کیا کہ تحت اللفظ ترجمہ میں اگر پیچیدگی اور رکاکت پیش آئی تو دوسرے کلام سے اس کا تدارک کیا جو معانی کلام کو واضح کر دے اور دو وجہوں میں سے ایک کو اختیار کرتے ہیں یا متشابہ کی تاویل میں دشواری کا دخل ہو تو تحت اللفظ ترجمہ کر کے اس کا علاج کیا اور یہ طریقہ اصحاب ذوق سلیم کے مذاق کے مطابق ہے۔

چوتھی قسم کے ترجمہ کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ جب فقیر نے ان تینوں طریقوں اور ان کی دشواریوں کو ملاحظہ کیا تو چوتھے طریقہ کی دریافت کرنے کا خواہش مند ہوا۔ جو ان تینوں کے منافع کا جامع ہو اور ان کے خلل سے پاک ہو چنانچہ ایک طرف تو تحت اللفظ ترجمہ کو لیا اور اس کے خلل کو یاد رکھا اور اس کے فنون میں تصرف کیا اور دوسری طرف بیان حاصل معنی کو لیا اور فہم مراد کے مشکل مقامات اور ان سے عہدہ برآ ہونے کے طریقہ کو ضبط کیا پھر تحت اللفظ ترجمہ کی پیروی کی ٹھیک اسی نظم کے مطابق جو قرآن میں مذکور ہے اور فصل کے صلات کے اختلاف کو اپنے اوپر ہموار کیا اور اس جگہ پر جہاں فارسی ترجمہ میں پیچیدگی اور رکاکت لازم آتی ہے یا عوام ان میں ایسی ترکیب آتی ہے کہ اس کی نظیر فارسی زبان میں نہیں ملتی تو اس کے مساوی حرف جو یا حروف میں سے اس کی جگہ رکھ کر ترجمہ کیا مثلاً اسم فاعل زمانہ مستقبل کے لیے آتا ہے اس کے مساوی حرف فعل مستقبل معروف ہے اور اسم مفعول جو ماضی کے لیے آتا ہے اس کے مساوی حرف فعل ماضی مجہول ہے، مثلاً قل یا ایھا الکافرون و قل للذین کفروا و قتل لعن الکفر مروف مترادف ہیں۔ اسی طرح یا ایھا الذین آمنوا یا ایھا المومنون یا ھولاء المومنین ایک ہی کا زمرہ میں ہیں۔ فما لھم من ناصرین، فما لھم من ناصر، ایک شق میں ہیں کیونکہ اس جگہ ناصرین سے مراد عموم جمع نہیں ہے بلکہ افراد ہے۔ اسی لیے ہمارے دین میں قرآن کی قرأت سات حروف میں کرنے کی اجازت ہے۔